ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اسلام ہمارے دیس میں

ہمارے ملک میں عیسائیوں، ہندوؤں اور کمیونسٹوں کی تہذیبی یلغار نے عجیب سا ماحول بنا دیا ہے۔ مثلاً کچھ لوگ وہ ہیں جو انگلش میڈیم تعلیمی اداروں کی پیداوار ہیں اور ملک کی بدبختی سے وہ پاکستان کے اقتدار پر اپنا غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ یہ کبھی لیگی اور کبھی پیپلیے ہوتے ہیں۔ انتظامیہ پولیس اور فوج ان کے پس پشت ہوتی ہے۔ ان کا عالم یہ ہے کہ انہیں اذان کی آواز بھی پسند نہیں۔ یہ آواز ان کی بش پسند طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔ یہ ایسے ستم ظریف لوگ ہیں کہ ان کا باپ مر جائے تو انہیں جنازے کی دعا تک نہیں آتی۔ ان کا کلمہ طیّبہ تک درست نہیں ہے۔ کبھی کبھار کہیں نماز کے لیے پھنس جائیں تو ان پر جان کنی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ وضو سے یہ بے خبر ہیں۔ دین کی کوئی بات بھی تو نہیں جانتے۔ ویسے بڑے طمطراق سے منہ ٹیڑھا کر کے کہیں گے ''وی آر مسلمز''! اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو پارٹ ٹائم مسلمان ہیں۔ یعنی سال کے بعد عید گاہ چلے جاتے ہیں۔ پہلی صف میں کھڑے ہو کر بایاں ہاتھ دائیں پر رکھتے ہیں پھر خیال آتا ہے کہ بچپن میں تو دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا کرتے تھے (اللہ بخشے محلے کے مولوی صاحب کو، وہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے تھے، سمجھایا بھی کرتے تھے مگر اب......) دوسری تکبیر ہوئی تو پھر رکوع میں چلے گئے۔ جب دیکھا کہ ساتھ ایک باریش مسلمان کھڑا ہے۔ اس نے صرف ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہا ہے۔ تو یہ فوراً نقلچی بن گئے۔ پھر یہ فوٹو کھنچوا کے عید کا میدان بھی مار لیتے ہیں۔ یا کبھی ان کا کوئی مر کھپ جائے تو ذہنی بوجھ اتارنے اور رسم دنیا نبھانے کے لیے جنازہ گاہ بھی چلے جاتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بعضوں نے کوئی پیر و مرشد ڈھونڈا ہوتا ہے تو وہ اس کو توشہ مہیا کر دیتے ہیں اور پھر نہایت متکبرانہ انداز میں کہیں گے ''مولوی صاحب! اسی وی مسلمان آں۔ دین بارے رائے رکھن دا سانوں وی حق اے'' تیسرا طبقہ وہ ہے جو بیرون ملک سے پڑھ کر آتا ہے مختلف موضوعات پر اسناد اور ڈگریاں تھامے کسی چرچل یا کسی وکٹوریہ کو گلے کا ہار بنائے پاکستان آ دھمکتا ہے۔ اسے پہلے تو پاکستان میں اڑنے والی مٹی سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ پھر وہ ہم پاکستانیوں کے لباس خوراک اور کھانے پینے کے انداز سے پریشان ہو جاتا ہے۔ ناک بھوں چڑھاتا سمٹ سمٹا کے ہم میں بیٹھتا ہے۔ عام لوگ تو کیا اپنے قریبی رشتہ داروں سے مل کر ہاتھ دھوتا ہے۔ اندر ہی اندر کڑھتا، سلگتا ہے۔ کسی فائیو سٹار ہوٹل کی رقاصہ کے پاس جا کے سکون حاصل کرتا ہے۔ ہم پر ترچھی نگاہ ڈال کے ہمیں بیک ورڈ ریچڈ کہتا ہے۔ اور ''دین کی ترقی'' میں ہم لوگوں کو رکاوٹ سمجھتا ہے۔ ماتھے پر بل ڈال کے عجیب و غریب انداز سے کہتا ہے ''اجتہاد کی ضرورت ہے۔'' مگر اس ''مجتہد'' سے غسل واجب کا طریقہ پوچھ لیں تو یہ غیر ملکی اساتذہ کا جانشین...... ''غلام نکسن''، بغلیں جھانکنے لگتا ہے۔ چوتھا طبقہ وہ ہے جو مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کا

ووٹ بینک ہے۔ جسے ان دونوں نے کھلونے دے کے بہلایا ہے۔ وعدوں پر ٹرخایا ہے۔ امیدوں اور وعدوں کے سہارے جیون چتا میں جلایا ہے۔ یہ طبقہ سرمایہ دار اور جاگیردار (بدبودار اور مردار) کو آج بھی اپنا وڈیرا اور سائیں سمجھتا ہے۔ اس کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے۔ اس کے وعدوں سے پُر تقریر دل پذیر سن کے بے مزہ نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ ''ساڈے کولوں وڈا تے سچا مسلمان کون اے؟'' حالت یہ ہے کہ دین کے نام پر جتنی رسمیں اور رواج ہیں یہ سب اس طبقے کی دین ہیں۔ اس کے نزدیک انہی رسموں کی ادائیگی کا نام دین ہے۔ پانچواں طبقہ وہ ہے جس کو آج کل کے سیاسی گدھوں اور ثقافتی گدھوں کی بولی ٹھولی میں بنیاد پرست کہا اور لکھا جاتا ہے۔ یہ بنیاد پرست طبقہ علماء کرام (اور مولویوں) پیرانِ عظام (اور پیرانِ تسمہ پا) مریدین باصفا (اور حلقہ نشینوں یا جتھہ بندوں) پر مشتمل ہے۔ یہ حضرات قرآن، حدیث، اصولِ حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ، تفسیر، فقہ، صرف ونحو، ادب، لغت، معانی کے عالم ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو اپنی الگ تھلگ دنیا میں جیتے ہیں۔ جنہیں جدید علوم کی ہوا تک نہیں لگی۔ جن کا معاشرے کے چوتھے درجے سے تعلق ہے۔ یہ لوگ اعلیٰ سماجی رویوں کے لیے غیر مستحق قرار دیئے گئے ہیں۔ ان کو بڑا صاحب، جاگیردار اور سرمایہ دار کمی سمجھتا ہے کیونکہ ان کے ''دینی'' انقلاب کا خوف اس پر مسلط ہے۔ افغانستان میں مولوی کے کردار سے جانسنی طبقہ خوفزدہ ہے۔ جبکہ لطف کی بات یہ ہے کہ مولوی خود بھی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث وغیرہ میں تقسیم ہے۔ بلکہ باہمی فضیحتوں کا بھیانک منظر پیش کرتا رہتا ہے۔ پھر ہر مذہبی طبقہ اپنی الگ حیثیت میں بھی بری طرح تقسیم اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ مفادات کے چکر میں پھنس کر مزید چھوٹے چھوٹے بے جان گروہوں میں تقسیم ہو رہا ہے۔ اس عمل میں سب سے زیادہ اذیت ناک مرحلہ کفر سازی کا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

دین تو سب کا ہے۔ ملک تو سب کا ہے۔ مسلمان......خواہ بے نظیر ہو یا نواز شریف ہو۔ خواہ انگلش میڈیم ہو، پارٹ ٹائم ہو، دساوری ہو، دیسی ہو، رسمی رواجی ہو یا بنیاد پرست ہو......اگر کسی غیر اسلامی، غیر الہامی نظام سے فلاح و نجات کا طالب ہے تو غارت گر دین وایمان ہے۔ زیاں کار ہے۔ اپنے تئیں عیار ہے لیکن خود فریبی کا شکار ہے۔

بقول اقبال:

تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم
گزر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوب کلیم
عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ مُلّا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم

(۲۲/اپریل ۱۹۹۶ء)